OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اقبال کا نظریہ ملت و قومیت
Iqbal's Concept of Millat and Nationalism

Dr. Noor Hayat Khan
HoD, Islamic Studies- NUML, Islamabad
Dr. Mohsin Khan Abbasi
Lecturer, Islamic Studies, NUML, Islamabad

Abstract

Nationalism is an idea that promotes the interests of a particular group of people who have shared characteristics of different values and aim to gain and maintain sovereignty over its homeland through self-determination and self-rule and who unite to build a single national identity. In the case of Iqbal, nationalism takes it different shape in which it abolishes materialistic cultural and geographical nationalism and sees the western imposed and influenced nationalism as a threat to Islamic state which would shrink its boundaries and would give rise to an issue which Islam struggled to abolish and erase from the day one. Iqbal's nationalism is not geographically earth rooted though it advocates and promotes the concept of 'Millet' and 'Nationalism' as unity-in-diversity given any shape, size and place of the people's inhibiting land even if they are geographically disconnected. This article will evaluate the Iqbal's, Islamic and general concept of nationalism and will highlight the key feature of them by comparing and contrasting their ideas.

Key words: Millet and Nationalism, sovereignty, characteristics and self-determination

تمہید

قومیت ایک نظریہ کا نام ہے جو لوگوں کے ایک خاص گروہ کے مفادات کو فروغ دیتا ہے جو مختلف اقدار کی مشترکہ خصوصیات رکھتے ہیں اور اس کا مقصد خود داری اور خود مختاری کے ذریعہ وطن کے لیے حاکمیت اعلی حاصل کرنا اور برقرار رکھنا ہے اور جو ایک واحد قومی شناخت بنانے کے لئے متحد ہوتے ہیں۔ اقبال قوم پرستی کو یکسر مختلف زاویے سے دیکھتے ہیں، جس میں وہ مادیت پسند ثقافتی اور جغرافیائی قوم پرستی کو پہلے دن سے ہی ختم کرنا چاہتے ہیں اور مغربی تسلط اور اس سے متاثر زدہ قوم پرستی کو اسلامی ریاست کے لئے خطرہ سمجھتے ہے، جو اس کی حدود کو سکیڑ تا ہے اور ان مسائل کو جنم دیتا ہے جن کو اسلام نے روز اول سے ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اقبال کی قوم پرستی جغرافیائی طور پر مکانی تعین سے جڑت کا انکار کرتی ہے تاہم وہ "ملت" اور "قومیت" کو 'تنوع میں اتحاد' کے تصور کی تائید کرتے ہیں ہے۔ وہ اس کی وکالت بھی کرتے ہیں اور اس کی ترویج بھی اگرچہ یہ ملت جغرافیائی یا آبادیاتی طور پر کسی بھی شکل میں ہو اور ایک دوسرے سے منقطع ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مقالہ قومیت کے اقبالی، اسلامی اور عمومی تصور کا جائزہ لے گا اور ان کے نظریات کا موازنہ کر کے ان کی اہم خصوصیت کو اجاگر کرے گا۔

قومیت کیا ہے؟

قومیت سے مراد افراد کا کسی خاص تعلق پر مجتمع ہونا، مثلاً: جو لسانی، علاقائی، نسلی، رسومات، روایات، تہذیب، سیاست اور مذہب وغیرہ کی بنیادوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس بنیاد یہ خاص لوگوں میں اجتماعیت پیدا کرتا ہے، اور ان کو ایک قوم بناتا ہے، جو علاقے یا اپنی زمین کے لیے حاکمیت چاہتے ہیں اور اس کے قوانین مختلف طریقوں سے صلاح یا بزور بازو یا مذہب کی بنیاد پر بناتے ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم سے انہی بنیادوں پر مختلف ہوتی ہے جن بنیادوں پر ایک قوم اپنی اپنائیت اور انفرادیت ظاہر کرتی ہے۔

دنیا عالم میں پہلے اقوام جغرافیائی بنیادوں پر جانی مانی جاتی تھیں، جیسا کہ یونانی، لاطینی، ہندوستانی، سمیری وغیرہ۔ بعد میں یہ مذہب کے نام سے منسوب ہوئی جیسا کہ یہودیت اور عیسائیت۔ اور یوں بتدریج نئے خیالات اور افکار دنیا میں متعارف ہونے کے بعد اس کی شکل لسانی اور نسلی زیادہ ہے مگر جوہر ایک ہی ہے اور وہ ہے تفریق کرنا۔ اس تفریق کی بنیادیں حسی، وہمی اور مادی وجوہات پر ہیں اور ایک جیسے معاشرے میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کے رہن سہن کے اطوار اور افکار ان کے اصل محرکات میں سے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے قومیت کی تعریف یکسر مختلف ہے۔ اسلام انسانوں کے ہاں تفریق کو مادی، وہمی اور حسی اختلاف یا جغرافیائی اختلاف سے نہیں دیکھتا، بلکہ ایمان اور نیکی اور بدی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسلام کے نزدیک انسان دراصل ایک ہی ہیں، ان میں کوئی لسانی، نسلی یا جغرافیائی تفرقہ اصل تفرقہ نہیں۔ اسلام صرف روحانی اور جوہری بنیادوں پر تفریق کرتا ہے اور یہی اصل، قدرتی، عقلی، انسان پسندی اور فطری طریقہ ہے۔ اصل تفریق اعتقاد اور عمل ہے۔ رنگ، نسل، نسب کوئی تفریق نہیں یہ تفرقہ برائے تفرقہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔[1] "اس (اللہ) نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو (دنیا میں) پھیلا دیا"

وطنیت کیا ہے؟

موجودہ زمانے میں قومیت اور وطنیت قریب قریب اور اکثر ایک جیسی شے ہیں۔ وطنیت اپنے وطن کے لیے دوڑ دوپ اور اس سے محبت کا نام ہے۔ اور قومیت قوم سے محبت کا نام ہے۔ وطنینت یہ چاہتا ہے کہ اس کے جغرافیے کی ہر حال میں حفاظت کی جائے۔ اسلام بھی وطن سے محبت کا درس دیتا ہے، تاہم یہ محبت دین کے تابع ہے، اور دین کے تحفظ کے لیے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دین کا تقاضا ہو تو وطن کو خیر باد بھی کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دین کے لیے وطن کی قربانی دی جاتی ہے اور اسلام کو بچایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ایک بار نہیں تین بار ہجرت کی ہے؛ دو مرتبہ حبشہ کی طرف ایک ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے موقعہ پر مکہ سے اظہار محبت کرتے ہوئے فرمایا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسلَّم نَظَرَ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ: إِنَّكِ لَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ، ولولاَ أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا خَرَجْتُ[2] آپ ﷺ نے مکہ پر نظر ڈال کر فرمایا: اللہ کی زمین میں سے تو مجھے زیادہ عزیز ہے، لیکن اگر میری قوم مجھے نہ نکال دیتی تو میں یہاں سے نہ نکلتا۔

اقبال کا تصور قومیت

علامہ اقبال کا تصور قومیت اس وقت سامنے آیا جب متحدہ ہندوستان سیاسی کشمکش میں جاری تھا اور سامراجی قوتوں سے اپنی جان چھڑانے میں مصروف عمل تھا۔ اس جدوجہد میں بیشتر علماء اپنا کردار احسن طریقے اور منفرد و مختلف لائحہ عمل سے اس منزل کو طے کر رہے تھے۔ علامہ اقبال انہی حالات میں اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ مستقبل قریب میں ایک ریاست بننے جارہی ہے، جس کا انہوں نے ذکر بھی کیا ہے۔ علامہ نے مستقبل کی اسی ریاست کو درپیش مسائل پہلے سے ہی بھانپ لیے تھے اور اس لئے اپنی جدوجہد اس طرف مرکوز کردی تھی۔ اقبال نے اپنے اس اندیشے کو ایک شعر میں یوں واضح کیا:

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینہ ادراک میں ہے (3)

علامہ اقبال نے ایک نظر جدید دور یعنی عصر حاضر کی طرف دوڑائی اور پھر ایک نظر مسلمانانِ عالم پر دوڑائی تو انہوں نے کافی مسائل میں مسلمانوں کو گھرے ہوئے پایا۔ انہی حالات کے پیش نظر علامہ نے ایک طرف اگر مسلمانوں کو ریاست کی متوجہ کیا تو دوسری طرف نظریں ریاست کی تعریف، مقاصد اور اقدار کے بیان پر مرکوز کیے۔ کیونکہ اس ریاست کے لیے مسلمانوں کی صحت مند تربیت اور ان کی حوصلہ افزائی کی بھی ضروری تھی، جس کے لیے اقبال نے خودی کے اسباق اپنے کلام میں پرو کر ان کی راہنمائی شروع کی تھی۔ اسی سلسلے میں کئی خطبوں اور تقاریر میں طلباء کو متوجہ فرمایا تھا، جن میں تفصیل کے ساتھ ریاست اور قوم کے بارے آگاہ کیا تھا اور اس کے استحکام اور عملی مشکلات کو موضوع بحث بنا کر راہنما اصول بتائے۔

اقبال نظریہ قومیت کو بلکل مختلف زاویہ نظر سے دیکھتے ہیں، جس میں وہ مادیت پسند ثقافتی اور جغرافیائی قوم پرستی کو روز اول ہی سے ختم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ وہ مغربی تسلط اور اس سے متاثر زدہ قوم پرستی کو اسلامی ریاست کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں، جو اس کی حدود کو سکیڑتا ہے اور ان مسائل کو جنم دیتا ہے جن کو اسلام نے روز اول سے ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اقبال کی قومیت جغرافیائی اور مکانی تعین سے ماوراہے، تاہم وہ "ملت" اور "قومیت" کو 'تنوع میں اتحاد' کے تصور کی نہ صرف تائید کرتے ہیں بلکہ وہ اس کی وکالت اور ترویج بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ ملت جغرافیائی یا آبادیاتی طور پر کسی بھی شکل میں ہو اور ایک دوسرے سے منقطع ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں:

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین (4)

اقبال کے تصور ملت و قومیت کی اساس

اقبال کی **ملت و قومیت کا اساس** توحید پر ہے۔ جس کے ماننے والے ایک امت کے افراد ہیں۔ اور تمام دنیا ان کے لیے ہے۔
قرآن مجید کا بھی یہی دعوی ہے کہ تمہارا آپس میں قوم و قبیلہ کا تقسیم محض شناخت کے لیے ہے، ارشاد باری تعالی ہے: يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ... [5] " لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے" اقبال وہ شخصیت ہے کہ جس نے دنیا کو نہ صرف دیکھا بلکہ اس کو اچھی طرح سے پرکھا بھی ہے۔ دنیا کے نظاموں، مذاہب اور فلسفوں کا بھی اچھی طرح مطالعہ کیا۔ اور ساتھ ہی آپ نے اسلام کو اس کی بنیادی مصادر سے اچھی طرح پڑھا اور سمجھا، اس کی تعلیمات کی حساسیت اور روح کو حضم بھی کیا۔ اس کے ساتھ گہری وابستگی کا اظہار کیا۔

وحدت امت

اساس توحید کے بنیاد پر اقبال وحدت امت کی طرف دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا شعر میں وہ کہتے ہیں: کہ اے مسلمانو! ایک ملت اسلام میں ایسے گم ہو جاؤ کہ تمہارا شناخت تورانی، ایرانی اور افغانی کا نہ رہے، بلکہ ایک مسلمان کا رہے۔ یہ وہ فلسفہ ہے، جسے قرآن مجید نے اعتصام بحبل اللہ سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (6) اور مضبوطی سے تھام لو اللہ کی رسی کو سب (مل کر) اور تفرقے میں نہ پڑو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے) تم پر کی جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے الفت ڈال دی تمہارے دلوں میں تو تم ہو گئے اس کی نعمت (مہربانی) سے بھائی بھائی اور تم (کھڑے) تھے آگ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمہیں اس (دوزخ) سے اسی طرح اللہ بیان کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اسلام کی رو سے صرف دو قومیں ہیں؛ ایک مسلمان جو ایمان، تسلیم و رضا، اطاعت و فرمانبرداری، طہارت و پاکیزگی، بندگی، عمل میں نیکی اور پرہیز گاری کا درس دیتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اور دوسرے وہ ہیں جو اس کے بالکل برعکس ہیں اور ایمان نہیں لاتے اور بدی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری قوم نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے: فَرِيقًا هَدَى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ [7] بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا لیا اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راست پر ہیں۔ اقبال کی اس نظریہ کی اساس عقیدہ توحید و رسالت ہے، جو وحدت امت کے لیے بنیاد اور اساس فراہم کرتے ہیں۔

علامہ اقبال کا تصور قومیت مغربی تصور سے بالکل الگ تھلگ ہے اور اسلام کے بالکل نزدیک ہے۔ وہ اسے نہ تو اشتراکِ زبان، نہ ہی اشتراکِ وطن اور نہ ہی اشتراکِ اغراضِ اقتصاد کو قومی اکائی کے طور پر دیکھتے ہیں، بلکہ وہ انہیں ایک خاص برادری کا حصہ سمجھتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے قائم فرمائی تھی، بقول اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی[8]

جس عقیدہ نے ان کو جمع کیا ہے، اس کا شان اور طرح کا ہے، اس عقیدہ اور تصور کائنات نے ان کو دوسروں سے ممتاز کیا ہے، جس کے بارے میں نبی مہراں ﷺ نے فرمایا ہے: " إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النَّاسِ "[9] مسلمانوں کی یہ جماعت دوسرے لوگوں سے ممتاز ایک امت ہے۔

اقبال کا نظریہ قومیت اور امن و آشتی اور استحکام

علامہ اقبال نے وحدت امت پر زور دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کے محرکات اقتصادی اور فوری دنیوی اغراض نہ ہوں بلکہ اس کا نصب العین ایسا ہو جو کہ زیادہ اشرف و اعلیٰ ہو اور قوم کی بقا اور وحدت کے تسلسل کے لیے جدوجہد پر زیادہ زور دیتا ہو۔ اس سب کو حاصل کرنے کے لیے پہلے اچھے مسلمان تیار کرنے ہوں گے اور ان کو ان کے قدموں پر کھڑا کرنا ہوگا کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں خود مختار ہوں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ وطن جدید سیاسی تصور ہے اور یہ اسلام کے ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ کے قانون سے بالکل متصادم ہے۔ وطن محدود ارضی وابستگی طلب کرتا ہے۔ اسلام اس سے مبرا ہے اور اجتماعی وجود کا علم بردار ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر[10]

حرم اسلام کی پاسبانی مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری اور کارنامہ حیات ہے۔ اس کام کا بیڑا اٹھائے بغیر ان کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اور مقصدِ وجود کھو جاتے ہیں، اور خیر امت کا لقب ان سے چھین لیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے: **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ**[11] اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ تو مومنو! اگر تم یہ کام نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔ اور بڑا فساد مچے گا۔ اقبال امت اسلامیہ کو عروج کا امید دلاتے ہیں لیکن اس کے لیے یہ شرط بیان کرتے ہیں کہ وہ دین پر ڈٹے رہیں اور اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے رہیں اور مسلمانوں کے ساتھ دیگر انسانوں کو آپس میں جوڑتے رہیں۔ اقبال وحدت کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ کسی قسم کی مایوسی ان کے لیے وبالِ جان و دین ہے۔ لہذا! وہ ہر صورت اجتماعیت پر زور دیتے ہیں، کہ وحدت امت میں تمہاری زندگی اور چمنستانِ اسلام کے لیے بہار کی مانند ہے، جیسا کہ ایک دوسری جگہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ[12]

رسول اللہ ﷺ نے ملت و اجتماعیت سے جڑے رہنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فَمَنْ أَرَادَ بَحْبَحَةَ الْجَنَّةِ فَعَلَيْهِ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ "[13] پس جو جنت کے بیچ میں جانا چاہتا ہے، وہ جماعت کو لازم پکڑے، کیونکہ

جماعت کے ساتھ اللہ کی تائید ہوتی ہے۔ امت سے وابستہ رہنے میں مسلم امت کے لیے دنیاوی اور اخروی دونوں نقصانات؛ دنیا میں خسارے اور اخرت میں دائمی عذاب سے محفوظ رہنے کا فائدہ ہے۔

علامہ اقبال وحدت امت کی جب بات کرتے ہیں تو وہ یہ نکتہ بالکل واضح کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دینی و شرعی لحاظ سے تو احکام الٰہی کے پابند ہوں لیکن ملکی اور وطنی لحاظ سے کسی اور دستور اور قوانین کو عمل میں لائیں۔

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی (14)

وطنی قومیت اور لامکانیت

علامہ اقبال نہ اس امر پر بار ہا زور دیا ہے کہ اسلام کی کوئی خاص زمین نہیں، البتہ جہاں مسلمان آباد ہیں اور حکم الٰہی جاری و ساری ہے وہی ان کا وطن ہے، جیسا کہ 'بلاد اسلامیہ' میں اقبال فرماتے ہیں:

ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام (15)

قید زمینی اقبال کے لیے مرگ اسلام ہے اور مرگِ احکامِ نبوی ہیں۔ وہ اپنی نظم مذہب اور وطنیت میں اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ قومیت، لسانیت، اور رنگ و نسل کی تفریق یہ سب اقوام مغرب کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، جو اسلام کے روح کے منافی ہیں۔ اقبال مغرب کے کئی ایک فتنوں میں سے وطن کو بھی ایک فتنہ سمجھتے ہیں اور اسے اتحاد مسلم کے کفن کا آخری کیل سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی نظم 'وطنیت' میں فرماتے ہیں؛

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے (16)

اگر مسلمانوں میں قومیت، لسانیت، اور رنگ و نسل وغیرہ کی تفریق جیسے ناسور پیدا ہو گیا تو یہ ان کا موت ثابت ہو گا، جو ان کو دنیا سے مٹا کے رکھے گا، اور ان کو خاک کی طرح اڑا دیں گے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گزر (17)

دنیا کو دیکھنے کے بعد اقبال نے جس چیز کو مسلمانوں کے احترام ادمیت، امن و آشتی اور استحکامِ اجتماعیت کے لیے مفید پایا، وہ درسِ اسلامی قومیت ہے، جس کے اندر پائیداری اور مرکزیت کا داعیہ پایا جاتا ہے۔ ربانی ہدایات، ربانی تائید، فطری و طبعی اصولِ اجتماعیت، جیسا کہ وہ نظم مذہب میں لکھتے ہیں:

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں

اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی[18]

سابقہ آیت کے الفاظ "اخوانا" میں اس جمعیت و اجتماعیت کا زبردست مہمیز موجود ہے، جو کسی اور وجہ اور سبب سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ محض عقیدہ توحید و رسالت کا کمال ہے کہ جس نے ایک مضبوط جمعیت کو نہ صرف پیدا کیا ہے، بلکہ اس کے استحکام کا بھی ذریعہ ہے۔ اسی بات کی تعلیم حدیث نبوی میں یوں دی گئی ہے: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [19] مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے، اور نہ دوسروں کے ظلم کے سامنے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی حاجت پوری فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرتا ہے، اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن مصیبت دور کرے گا۔ اور جو مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

آیتِ مذکورہ اور حدیث نبوی میں استحکام اور حقیقی اخوت کے لیے اور اجتماعیت پر کس قدر زور دیا گیا ہے، کہ جس کے لیے وطنیت، رنگ و نسل اور علاقائیت کے تمام بت ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک ہی عقیدہ و نصب العین پر جمع ہونے والوں کو آپس میں بھائی قرار دیا گیا ہے۔ اس مضبوط رشتے کے بنیاد پر اقبال مسلمانوں کو توحید کی قوت کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے[20]

(توحید و رسالت) ایمان کی بنیاد پر قائم یہ اجتماعیت جغرافیائی بندشوں سے آزاد اور بالاتر قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے اقبال نے مسلمانوں کو یاد دلایا اور نصیحت کی کہ تمہاری جمعیت کا وطنیت، لسانیت، جغرافیائی بندشوں اور رنگ و نسل سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ تمہاری قومیت کی بنیاد دینِ متین کے تعلیمات پر ہے، جس میں مذکورہ تصورات کی بلکل گنجائش نہیں۔ بلکہ جہاں مسلمان آباد ہیں، یہ ان ملک ہے۔

اس تصور پر مبنی قومیت ممکن بھی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ محض تصور ہی نہیں ہے، بلکہ تیس سالہ دور خلافت اور اس کے بعد کے مختلف ادوار میں اسی اصول پر مسلم قومیت اور ریاست قائم رہی ہے۔ اور آج بھی اس کی طفیل امن و استحکام اور آشتی ممکن ہے، بلکہ اس کے بغیر مسلم ممالک اور دیگر دنیا میں امن و آشتی ناممکن ہے، اور اگر ہوگا بھی تو ناپیدار ہوگا۔ جیسا کہ وہ دنیائے اسلام میں لکھتے ہیں:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش

اے گرفتار ابو بکر و علی ہشیار باش[21]

مغربی نظریہ قومیت اور اس کے نقصانات

مغربی نظریہ قومیت ترتیب وار گاہے بہ گاہے وجود میں آیا۔ پہلا قدم اس کا لسانی اپنائیت سے شروع ہوا جو پروٹیسٹینٹ ازم اور بادشاہت آزادی (فرانسیسی انقلاب) کے سفر سے ہوتا ہوا سائنسی انقلاب اور اس سے پیدا ہونے والے سوالات، مذہب

بیزاری، لادینیت کی ترویج اور لاشیئیت، عدمیت اور وجودیت جیسے افکار تک پہنچا۔ یہاں تک پہنچتے ہوئے مذہبی ایکائی و ہم آہنگی، اور جغرافیائی وحدت ٹوٹتی گئی اور مختلف ممالک اپنے نقشے لسانی، علاقائی، نسلی اور قومی بنیادوں پر زورِ بازو تسلیم کراتے رہے۔ ان سب عناصر کا ایک ہی نعرہ تھا جو ان کی روح تھا اور وہ آزادی تھا اور ہر جگہ انسانی فکر کے بنائے ہوئے قوانین اور اقوام کے مفادات زیرِ غور رکھے گئے۔ انقلاب فرانس سے متاثر اقوام ہر جگہ جمہوریت کا نعرہ لگاتے رہے اور یوں یہ آگ کی طرح پھیلتا رہا۔ تاہم اس سے آزادی تو پھیلی مگر یہ آزادی دو عالمی جنگوں کی شکل میں بہت وحشت ناک ثابت ہوئی۔ اس لئے اقبال مسلمانوں کے موجودہ حالات پر نوحہ کناں ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز[22]

انہی وجوہات کی بناء پر دنیائے اقوام مختلف ممالک اور خاص کر کالونیوں میں متعارف کرائی گئی جہاں حالات غاصب قوتوں کے زورِ بازو سے باہر تھے اور یہ ایک آسان حربہ اور آخری راہِ فرار تھا، جس سے وہ بڑی بدنامی سے بچ جانے کے امکانات دیکھ رہے تھے۔ قومیت کا تصور اسلامی دنیا میں ایک خاص زاویے اور حالات کے تناظر میں متعارف کرایا گیا جہاں اقوام کو یہ ایک آخری امید سا نظر آنے لگا۔ اس نظریے اور چال کو کچھ لوگ سمجھ پائے لیکن اکثریت پر یہ واضح نہ ہو پایا اور آزادی کی راہ نظر آنے لگی۔ ہندوستان میں اس کو پہلے ہندو مسلم زاویے سے پھیلایا گیا اور پھر اسے کئی ممالک میں تقسیم کر کے مسلمانوں کو منتشر کیا گیا۔ مشرق وسطیٰ میں ترک مخالف اور قومی غرور اور قومی برتری کے نعرے سے ایک بہت بڑی سلطنت کو کئی چھوٹی چھوٹی اقوام میں تقسیم کرایا گیا اور اس کام کو بروئے کار لانے میں ہر قسم کا حربہ استعمال کیا گیا۔ افریقہ کے کئی ممالک میں مسلم-عیسائی فسادات کو جنم دے کر پورے کے پورے ممالک کو جمہوریت اور قومیت کے نعروں میں گاڑ کر ایک عذاب برپا کر رکھا ہے، جو آج تک سلجھنے کا نام نہیں لے رہے۔ اس پر اقبال افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک
توڑ ڈالیں فطرت انساں نے زنجیریں تمام (23)

یورپی اقوام خود ان تباہ کاریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور اسی ضمن میں "لیگ آف نیشن" اور "اقوام متحدہ" بنی، جو ان سب کو کسی نہ کسی بنیاد پر جوڑے اور اختلافات اور جنگوں کو کم کرے۔ خاص کر یورپ نے یورپی یونین اسی بنیاد پر بنائی کہ اجتماعیت برقرار رہے۔ پہلے اجتماعیت کا محرک مذہب تھا اور اب یہ محرک "ہیومنسٹ" ہے جس میں وہ انسانیت اور انسان دوستی کی بات کرتے ہیں۔ کیا الہامی مذاہب کم انسان دوست تھے؟ اقوام متحدہ اصل میں انسان دوست ہے یا مفاد دوست؟ اقبال نے ان مغربی مفاد پرستی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے خبردار کیا ہے:

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے

قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے[24]

مغربی نظریہ قومیت کی اساس لسانی، جغرافیائی، قومی اور نسلی بنیادوں پر ہے۔ اصل محرک مذہب نہیں رہا، جو پہلے تھا۔ اب محرک قومی مفاد ہے۔ اس لیے اقبال پسے ہوئے انسانوں کو جھگاتے ہوئے کہتے ہیں:

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے[(25)]

خلاصہ بحث

دنیائے مذاہب کے حالات کا مکمل تجزیہ کرتے ہوئے اقبال نے واضح کیا کہ انسانی پریشانی، مصائب، بدبختی، فساد، ظلم و تعدی، اقتصادی ناہمواری وغارت گری اور دیگر تمام ناگفتہ بہ حالات سے بچ نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسانیت مسلم اجتماعیت کو مضبوط کریں، جس کے اندر یہ حوصلہ موجود ہے کہ وہ اسلامی اقدار واحکامات کا نفاذ کر سکیں، جس سے مظلوموں کے محرومی کا مداوا ہو سکے اور ساتھ ہی دنیا سے ناہمواری کو دور کیا جا سکے۔ اقبال کا نقطہ نظر ہے کہ وطنی و لسانی، اور رنگ و نسل، یا علاقے کی بنیاد پر قومیت مادی یا دیگر اغراض کے لیے بنائی گئی کالونیل دور کی پیداوار ہیں، جس نے ہمیشہ انسانوں کی استحصال کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے مسلمانوں کو بار بار زور دے کر یہ نصیحت کی ہے کہ اسلامی قومیت کی وحدت آج دنیا کی تمام مصائب کا علاج ہے۔ لہذا اس کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے۔

سفارشات

- اسلام کے علاوہ کسی اور بنیاد پر اجتماعیت ناپسندیدہ ہے، جبکہ دین کی بنیاد پر فطری کے ساتھ عملی بھی ہے۔
- مسلم اجتماعیت کے لیے عقیدہ توحید و رسالت کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔
- عقیدہ توحید و رسالت کے استحکام کے لیے قرآن و سنت اور آثار صحابہ کرام کی ترویج کی ضرورت ہے۔
- مصطفوی تنظیم و افکار کی ترویج میں عدل وانصاف کی ترویج اور استحکام پوشیدہ ہے، اس پر زور دیا جائے۔
- دنیا کے ظالمانہ اور مقہورانہ نظام سے جان چھڑانے کے لیے اسلامی اجتماعیت کو مستحکم کیا جائے۔
- نتیجتاً، لسانی، نسلی، گروہی، وطنی، مذہبی، مسلکی، قومی، اور رنگ و جغرافیہ کے بنیادوں پر سماجی تقسیمات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
- محبت و اخوت، بھائی چارے اور ہمدردی پیدا کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کی احیاء کی جائے۔

References

[1] Al Nisã 4:1.
[2] Abubakar Ahmad bin Umar Al Bazzãr, Musnd, ed; Mahfûz Al Rahmān Zain –ul-Allah and fellows (Al Madīn-a Al Munawr-a, Publishing Maktabah Al ūloom-al-Hikma, 2009), Hadīth: 4690.
[3] Alãma Muhammad Iqbal, Bãl-e-Jibrīl, (Lahore: Izhãr Sons, n.d), 51.

[4] Alãma Muhammad Iqbal, Armughãn-e-Hijaz (Lahore: Shaikh Mubarak Ali Merchant, 1938),226 .
[5] Al-Hujurãt 49:13.
[6] Al-Imrãn 3: 103.
[7] Al-Arãf 7:30.
[8] Alãma Muhammad Iqbãl, Bang-e-Darã (Lahore: Rabia Book House),220
[9] Abu Ahmad Hamīd bin Mukllad bin Znjwīah , Al Amwãl, ed; Dr. Shakir Zaib Fayyaz (Al Saūdi Arabīa Markaz Al-Malik Faisal-Le-Bahoos Al-Dirasat Al-Islãmīyah, 1986) Hadīth 508.
[10] Iqbãl, Bang-e-Darã, 235.
[11] Al-Anfãl 8: 73.
[12] Iqbãl, Bang-e-Darã,, 221.
[13] Dr. Shakir Zaib Fayyaz, Al Amwal
[1414] Iqbãl, Bang-e-Darã, 225.
[15] Iqbãl, Bang-e-Darã, 132.
[16] Iqbãl, Bang-e-Darã , 145.
[17] Iqbãl, Bang-e-Darã, 235 .
[18] Iqbãl, Bang-e-Darã, 220 .
[19] Muslim bin Hujjãj al-Qushaīrī, Sahīh Muslim, (1996)4:2580.
[20] Iqbãl, Bang-e-Darã, 144 .
[21] Iqbãl, Bang-e-Darã, 236.
[22] Iqbãl, Bang-e-Darã, 235 .
[23] Iqbãl, Bang-e-Darã, 234.
[24] Iqbãl, Bang-e-Darã, 144 .
[25] Iqbãl, Bang-e-Darã, 233.